

# جوابِ مکہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے      پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے  
قدسی الاصل ہے رفعت پر نظر رکھتی ہے      خاک سے اٹھتی ہے گردوں پر گزر رکھتی ہے

عشق تھا فتنہ گرد و کش و چالاک مرا

آسمان چیر گیا نالہ سببِ بیک مرا

پیرِ گردوں نے کہا سن کے کہیں ہے کوئی!      بولے تیارے سرِ عرشِ تیس ہے کوئی!

چاند کہتا تھا، نہیں اہلِ زمیں ہے کوئی!      لکشاں کہتی تھی پوشیدہ ہیں ہے کوئی!

کچھ جو سمجھا مرثیے کو سے کو تو رُخِ صواں سمجھا

مجھے جنت سے کالہ ہوا انسان سمجھا!

تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز ہے کیا      عرشِ الموں پر بھی کھلتا نہیں یہ آواز ہے کیا

ما سرِ عرش بھی انسان کی تہمت آواز ہے کیا      آگنی خاک کی چپٹکی کو بھی پڑا ہے کیا

نافلِ آداب سے مکانِ زمیں کیسے ہیں!

شوخ و گستاخِ رستی کے مکین کیسے ہیں!

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برا ہم ہے      تھا جو سجدِ ملائک یہ وہی آدم ہے؟

عالمِ کیف ہے، دانائے دوز کم ہے ہاں، مگر عجز کے اسرار سے نامحرم ہے

ناز ہے طاقتِ گفتِ رہ پر انسانوں کو

بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو!

آئی آوازِ غم انگیز ہے افسانہ ترا اشکِ بیاب سے لبریز ہے پیمانہ ترا

آسمانِ گید ہوا نعرۂ مستانہ ترا کس قدر شوخ زباں ہے دل دیوانہ ترا!

شکرِ شکوے کو کیا حسنِ ادا سے تو نے

ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھلائیں کسے؟ رہرؤ نزل ہی نہیں

تربیتِ عام تو ہے، جو ہر قابل ہی نہیں جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں

ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نمی دیتے ہیں

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں امتی باعثِ رسوائی پیغمبر ہیں

بت شکن اٹھ گئے، باقی جو ہے بت گر ہیں تھا جو اٹیم پدر، اور پر آرزو ہیں

بادہ آشام نئے، بادہ نیا، خم بھی نئے

حریمِ بنیابت بھی نئے، تم بھی نئے

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایہِ رعناتی تھا! ناکش ہو سیم گل لالہ صحرائی تھا!

جو مسلمان تھا اللہ کا سودائی تھا      کبھی محبوب تمہارا یہی مسد بانی تھا  
 کسی کج بانی سے اب غلامی کرلو  
 ملت احمد مرسل کو مستامی کرلو

کس قدر تم پر گراں صبح کی بیداری ہے!      ہم سب کب پیار ہے؟ ہاں غنیمتیں پیاری ہے  
 طبع آزاد پہ قید رمضان بھاری ہے      تمہیں کس دہی آئین فاداری ہے  
 قوم مذہب کے بنے مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں  
 جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ باہم بھی نہیں

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن، تم ہو      نہیں جس قوم کو پروا کسے نشیمن، تم ہو  
 بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن، تم ہو      بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے فن، تم ہو  
 ہونکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے  
 کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے؟

صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟      فزعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟  
 میرے کعبے کو جبینوں سے بھایا کس نے؟      میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟  
 تھے تو آبادہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟  
 ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فدا ہو!

کیا کہا؟ بہر مسلمان ہے فقط وندہ حور      شکوہ بیجا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شہو!

عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور مسلمان آئیں ہوا کا فر تو ملے حورو و قصور

تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں

جس کوہ طور تو موجود ہے موٹی ہی نہیں

منفعت ایک اس قسم کی نقصان بھی ایک ایک ہی سبب نبی دین بھی ایمان بھی ایک

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی بتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی بے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

کون ہے تارکِ آئین رسولِ محسّر؟ مصلحتِ وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟

کس کی آنکھوں میں سما ہے شمارِ اغیار؟ ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار؟

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں

کچھ بھی پیغامِ محکمہ کا تھیں پاس نہیں

جا کے جوتے میں ساجدیں صفِ آرا، تو غریب زحمتِ رمزہ جو کرتے ہیں گوارا، تو غریب

نام لیتا ہے اگر کوئی حمرا، تو غریب پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تحرا، تو غریب

امرا نشہ دولت میں ہیں غافل ہم سے

زندہ ہے ملتِ بضیا غربا کے دم سے

واغٹ قوم کی وہ پختہ خبیالی نہ رہی برقِ طبعی نہ رہی، شعلہِ معنی نہ رہی

رہ گئی رسمِ اذان، روحِ بلالی نہ رہی      فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غنڈالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نازی نہ رہے

یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود      ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کمیں مسلم موجود؟  
وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں یہود      یہ مسلمان ہیں! جنہیں دیکھ کے شرماؤں یہود!

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو

تم سبھی کچھ ہو، بہت او تو مسلمان بھی ہو

دمِ تقیر تھی مسلم کی صداقت بیاک      عدل اس کا تھا قوی، لوثِ مراعاتِ پاک  
شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے منساک      تھا شجاعت میں داکِ ہستی فوق الادراک

خود گدازی نہ، کیفیتِ صہبائش بود

خالی از خویش شدن صورتِ مینائش بود

ہر مسلمانِ رگِ باطل کے لیے نشتر تھا      اس کے آئینہ ہستی میں عمل جو ہر تھا  
جو بھروسہ تھا اسے قوتِ بازو پر تھا      ہے تھیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو

پھر پیرِ مہربان میراثِ پدر کیونکر ہوا

ہر کوئی مست مے ذوقِ تن آسانی ہے      تم مسلمان ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟



حیدری فقر ہے، نے دولت عثمانی ہے تم کو اسلاف سے کیا نسبت دہانی ہے

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر

اور تم خوار ہوئے تارکِ مہر آں ہو کر

تم تو آپس میں غصہ بنا کر وہ آپس میں کریم تم خطا کار و خطا ہیں وہ خطا پوش و کریم

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اور جُڑیا پر مقیم پہلے دیا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم!

تحتِ غصہ و بھی ان کا تھا، سیر کے بھی

یوں ہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیت ہے بھی؟

خود گشتی شیوہ تمہارا، وہ غیور و خود دار تم اخوت سے گریزاں، وہ اخوت پر نثار

تم ہو گشتِ اسرارِ پا، وہ سراپا کردار تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستاں بخار

اب تک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی

نقش ہے صفحہ ہستی پہ صداقت ان کی!

مثلِ نجمِ افقِ قوم پر روشن بھی ہوئے بتِ ہندی کی محبت میں یمن بھی ہوئے

شوقِ پرواز میں مہجورِ شیمن بھی ہوئے بے مثل تھے ہی جوانِ دین سے بطن بھی ہوئے

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا

لاکے کعبے سے صنم خانے میں آباد کیا

قیسِ رحمت کش تنہائی صحرائے ہے شہر کی کھائے ہوا، بادِ یہ پیا نہ ہے

وہ تو دیوانہ ہے بستی میں رہے یا نہ رہے یہ ضروری ہے حجابِ سرخ لیکلانہ رہے

گلہ جو رہ نہ ہو شکوہ سیداد نہ ہو

غش آزاد ہے کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو

عہدِ نوبق ہے آتشِ زہن ہر غمِ من ہے ایمن اس سے کوئی صحرائہ کوئی گلشن ہے

اس نئی آگ کا اقوامِ کهن ایندِ جن ہے ملتِ ختمِ کس شعلہ بہ پیرِ جن ہے

آج بھی ہو جو برا سیم کا ایماں پیدا

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دیکھ کر رنگِ چمن بونہ پریشاں مالی کو کب غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی

خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی گل بر انداز ہے خونِ شہد کی لالی

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو غنابی ہے

یہ نکلتے ہوئے سولج کی افقِ تاباں ہے!

انتیں گلشنِ ہستی میں ثمرِ چیدہ بھی ہیں اور محرومِ ثمر بھی ہیں خزاں دیدہ بھی ہیں

سیکڑوں نخل ہیں کاہیدہ بھی بالیدہ بھی ہیں سیکڑوں لطنِ چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں

نخلِ اسلام نمونہ ہے برومندی کا

پھل ہے سیکڑوں صدیوں کی چمنِ ندی کا

پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاناں تیرا

قافلہ ہونے کے گاکھی دیراں تیرا      غیر یک بانگِ دراکچہ نہیں ساماں تیرا  
نخلِ شمعِ استی و درخشندہ دورِ ریشہ تو

عاقبت سوز بود سایہ اندیشہ تو

تو نہ مٹ جائے گا ایرانِ کجے مٹ جانے سے      نشہ مے کو قسطنق نہیں پیمانے سے  
ہے عیاں یورشِ تمار کے فسانے سے      پاساں مل گئے کبے کو صنم خانے سے  
کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے

عصرِ نورات ہے دھندلا سا تارا تو ہے

ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بنیادی کا      غافلوں کے لیے پیغام ہے بیداری کا  
تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دلِ آزاری کا      امتحاں ہے ترے ایشاد کا، خود داری کا

کیوں ہر اساں ہے پیلِ فرسِ اعدا سے

نورِ حق کچھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقتِ تیری      ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورتِ تیری  
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارتِ تیری      کو کب قسمتِ امکاں ہے خلافتِ تیری

وقتِ فرصت ہو کہاں کام ابھی باقی ہے

نورِ توحید کا انتہام ابھی باقی ہے

مثلِ بوقید ہے غنچے میں پریشاں ہو جا      رختِ بردوشس ہوئے چمنستان ہو جا



ہے تنکائی تو ذرے سے بیاباں ہو جا      نغمہ موج سے ہنگامہ طوفاں ہو جا

وقتِ عشق سے ہر سیت کو بالا کر دے

دہریں اسمِ محکمہ سے اجالا کر دے

ہو نہ یہ بچول، تو لبِ بل کا ترنم بھی نہ ہو      چمنِ دہریں کلیوں کا بسم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو      بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے

نبضِ ہستی تپشِ آمادہ اسی نام سے ہے

دشت میں دامنِ کسار میں میدان میں ہے      بحر میں موج کی آغوش میں طوفان میں ہے

چین کے شہرِ مراقش کے بیابان میں ہے      اور پوشیدہ مہمان کے ایان میں ہے

چشمِ اقوامِ نبط راہِ ابد تک دیکھے

رفتِ شانِ رَفَعْنَا لَكَ كَرَلُ دیکھے

مردمِ چشمِ زمیں یعنی وہ کالی دنیا      وہ تمہارے شہِ پائے والی دنیا

گرمی مہر کی پروردہ، مہلائی دنیا      عشقِ واسے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا

تپشِ اندوز ہے اس نام سے پائے کی طرح

غوطہ زنِ نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تری      مرے درویشِ اخلافت ہو جا گیر تری

ما سوا اللہ کے لیے آگ بنے بحسب تیری تو مسلمان ہو تو قسمت دیر ہے تدبیر تیری

کی محمدؐ سے دُعا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں